رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند وصیتیں

نشانِ راہ

وصیت کی بلندی اور رفعت کا اندازہ کرنے کے لیے وصیت کرنے والے کی شخصیت کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ کس درجہ و مرتبہ کی ہے اور پھر وہ جس کو وصیت کر رہا ہے اس کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔ کیونکہ بعض دفعہ وصیت کرنے والا بہت بڑا انسان ہوتا ہے۔ لیکن جس کو وہ وصیت کرتا ہے اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق و رابطہ نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ وصیت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور اسے عمومی باتوں کے سوا کچھ نہیں سمجھتا۔ اور اگر وصیت کرنے والا ایک عام آدمی سے کچھ بڑھ کر ہو اور دوسرے کے ساتھ اس کا ربط و ضبط بھی ہو تو اس کی بات کو ذرا دھیان سے سنا جاتا ہے۔ جوں جوں یہ خصوصیت بڑھتی جاتی ہے وصیت کے امتیاز اور اہمیت میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

اسی لیے کسی حکیم یا فلسفی کی وصیت کو بڑا مقام دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ایک تو اس کی ذات ممتاز حیثیت کی مالک ہوتی ہے دوسری اس کی انسان دوستی اور خلق سے محبت بھی ایک لازمی شے قرار دی جاتی ہے اگر نصیحت کرنے والا "نبی" ہو تو اس کی قدر و منزلت کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔ کیونکہ نبی امت کا سب سے بڑا خیر خواہ ہوتا ہے اور اس کی اپنی شان و بلندی کی تو بات ہی کیا۔ اور جب وصیت کرنے والی ذات وہ ہستی مقدس ہو جس کے بارے میں رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

تم میں ایک ایسا رسول ﷺ آیا جو تم ہی میں سے ہے جس پر تمہارا مصیبت میں گرفتار ہونا شاق گزرتا ہے جو تمہاری بھلائیوں کا انتہائی خواہشمند ہے، مسلمانوں کے لیے شفیق اور مہربان ہے۔

تب ایسی مقدس اور پیاری ہستی کی وصیت کی قدر و قیمت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ چنانچہ غور کیجئے کہ آپ نے اپنے وصایا میں اپنی امت کا کس قدر خیال رکھا اور انہیں کس طرح برائیوں سے دور اور اچھائی کے قریب کیا۔

بیہقی، مسند احمد، طبرانی، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں مروی ہے۔

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال: قلت یا رسول اللہ اوصنی قال: اوصیک بتقوی اللہ فانہ ازین لامرک کلہ. قلت زدنی قال: علیک بتلاوۃ القرآن وذکر اللہ، فانہ ذکر لک فی السماء ونور لک فی الارض قلت، زدنی! قال: علیک بطول الصمت فانہ مطردۃ للشیطان وعون لک علی امر دینک، قلت: زدنی قال قال: ایاک وکثرۃ الضحک فان کثرۃ الضحک تمیت القلب وتذھب بنور الوجہ، قلت زدنی قال: قل الحق ولو کان مرا! قلت: زدنی۔ قال لا تخف فی اللہ لومۃ لائم۔ قلت: زدنی، قال۔ لیحجزک عن الناس ما تعلم من نفسک واللفظ للحاکم وقال:

صحیح الاسناد۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول عربی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں گذارش کی کہ اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت فرمائیے!"

آپ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے تمام معاملات کو سنوار دے گا۔

حضرت ابوذر رضؓ نے گذارش کی، اور اسکے علاوہ!

آپ نے ارشاد فرمایا: قرآن حکیم کی تلاوت کیا کرو اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہا کرو۔ یہ آسمان میں تمہاری شہرت کا باعث بنے گا اور زمین میں تمہارے لیے نور ہوگا۔

ابوذر رضؓ نے کہا، اور اللہ کے رسول!

آپ نے ارشاد فرمایا۔ زیادہ خاموش رہا کرو، یہ بات شیطان کو بھگا دے گی اور تمہارے دینی امور میں معاون ثابت ہوگی۔

عرض کیا: کچھ اور یا رسول اللہ!

فرمایا: زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور چہرے کے نور کو ختم کر دیتا ہے

ابوذر رضؓ نے اور زیادہ کی درخواست کی

ارشاد فرمایا۔ سچ کہو اگرچہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔

اور طالب ہوئے تو فرمایا۔

خدا کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تمہاری راہ میں حائل نہیں ہونی چاہیئے اور آخر میں فرمایا لوگوں کو اس بات پر ملامت نہ کرو جو خود تم میں موجود ہو"

اگر ایک ایک لفظ کی وضاحت کی جائے تو ایک کتاب مرتب ہو جائے کس پیار اور خوبصورت انداز میں دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے پہلے وصیت فرمائی اور پھر اسکی علت واضح فرمائی کہ اس سے یہ فائدہ مرتب ہوگا اور اس سے ان ان نقصانات سے بچاؤ ہوگا۔ اور جب ان فواید کو حاصل کر لیا گیا ان مضرات سے گریز اختیار کیا گیا تو کامیابی و کامرانی ایک لازمی امر ہے اور یہ کامیابی صرف آخرت میں ہی موقوف نہیں بلکہ دنیا میں بھی اس کا اثر ضرور مرتب ہوگا۔

مختصر آپ دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حکمت، فراست اور بصیرت سے ان وصیتوں کو دو

قسموں میں منقسم رکھا۔ ایک جن کا تعلق اور نتیجہ صرف آخرت میں ظہور پذیر ہوگا۔ دوسری قسم، جن کے نتائج اور فوائد اس دنیا سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔

پہلے فرمایا۔ اللہ سے ڈرو، کیونکہ آخرت کا مدار صرف اسی پر ہے۔ جیساکہ اللہ نے فرمایا:۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

اور ایک مقام پر فرمایا: کہ قرآن میں تقویٰ اختیار کرنے والوں ہی کیلئے ہدایت ہے وہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں "

اور فرمایا: اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

"یعنی یہی لوگ ہیں راہِ راست پر، اور یہی فلاح و کامرانی سے ہم کنار ہونے والے ہیں "

رسولِ انورؐ نے بھی حدیث بالا میں اسی بات کا ذکر کیا کہ جب خدا کا خوف ہوگا۔ تمام امور سدھر جائیں گے۔ کیونکہ ہر کام کرنے سے پہلے اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ کہیں یہ اللہ کی رضا کے خلاف تو نہیں ؟"

جب یہ بات پیش نظر رہیگی تو گناہ کا امکان ختم ہو جائے گا اور جب گناہ نہیں ہوگا تو کسی چیز کا خطرہ ہی نہیں رہیگا۔

علاوہ ازیں اس بات کا بھی خیال رکھا جائیگا کہ وہ کون سے اعمال و افعال ہیں جن سے اللہ راضی ہو جاتے اور جب جی میں یہ خیال پیدا ہو جائیگا تو ان افعال کے اکتساب کی کوشش کی جائیگی جن سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور یہی تو چیز ہے۔ جس کا اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام میں تذکرہ فرمایا ہے۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ

کہ اللہ کی رضا بہت بڑی بات ہے۔

اور ساتھ ہی فرمایا:

وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔

اور یہ ہے بڑی کامیابی۔

اسی طرح دوسری وصیّت بھی اسی قبیل سے ہے آپ نے فرمایا: قرآن حکیم کی تلاوت کیا کرو اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہا کرو۔ کیونکہ اس سے درجات بلند ہوتے ہیں اور آدمی صاحبِ کلام کے قریب ہو جاتا ہے۔

ایک امام سے مروی ہے کہ:

میرا جب جی چاہتا ہے کہ میں رب العزت سے باتیں کروں تو میں نماز میں کھڑا ہو جاتا ہوں اور جب میرا دل یہ چاہتا ہے کہ قدوس و مہیمن میرے ساتھ باتیں کرے تو میں قرآن حکیم کھول کر بیٹھ جاتا ہوں "

کتنا پیارا اور صحیح نقشہ ہے کہ جب اپنا دل باتیں کرنے کو چاہے تو نماز میں کھڑا ہو جائے اس طرح جیساکہ آقائے کائنات نے فرمایا۔

واعبد ربك كانك تراه

تو اس طرح بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو گویا کہ ربّ ذوالجلال کو دیکھ رہا ہے۔

اور پھر اس حالت میں انسان کہے۔

"جزا و سزا کے مالک! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے طالب مدد ہیں، ہمیں راہ مستقیم دکھا ان کی راہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کی راہ جن پر تیرا

غضب ہوا اور نہ ان کی راہ جو گمراہ ہوئے ۔

اور ایک روایت ہے ۔

کانک تناجی ربک

گویا کہ تم اپنے مالک سے سرگوشیاں کر رہے ہو۔

اور جب خواہش ہو کہ مالک کون و مکان ہمارے ساتھ باتیں کرے، تو اس کا کلام کھول لے اس احساس کے ساتھ کہ اللہ تعالی خود اس سے مخاطب ہے۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے عادیوں کے ساتھ کیا کیا جنہوں نے عظیم الشان عمارتیں بنائیں جن کی مثال نہیں ملتی اور ثمودیوں کا کیا حشر ہوا جنہوں نے پہاڑوں کو تراش کر رکھ دیا اور فرعون کا انجام کیا ہوا جس نے سرکشی کی اور جب یہ حالت ہو تو انسان اپنے رب کے بہت قریب ہو جاتا ہے اس کا نتیجہ آپ نے فرمایا کہ آسمانوں میں اس کا چرچا ہوتا ہے اور زمین پر اس کے لیے نور۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے ۔

رسول اکرم نے فرمایا کہ آدمی خدا کے تقرب کے حصول میں لگا رہتا ہے حتی کہ وہ وقت آ جاتا ہے کہ وہ اللہ کے اتنا قریب ہو جاتا ہے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ رب العزت فرماتے ہیں پھر میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے " الی آخرہ

نیز حدیث شریف میں ہے ۔

جس سے اللہ کو محبت ہو جاتی ہے تو اس کے متعلق ملائکہ کو باری تعالی فرماتے ہیں " مجھے اس بندے سے محبت ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ اور دنیا میں بھی اس کے لیے عزت احترام کو نازل کیا جاتا ہے ،،

اور ذکر الہی کے متعلق تو خود قرآن حکیم میں صراحت کی گئی

فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا۔

اور یہی معنی ہے کہ رسول اکرم ؐ نے فرمایا۔

" آسمانوں پر اس کے تذکرے ہوتے ہیں کہ یہ خدا کا محبوب ہے زمین پر اس کے تذکرے ہوتے ہیں۔ کہ وہ ہر کام خدا کی مشیت کے مطابق کرتا ہے۔ اور دنیا میں اس کے لیے منشا ایزدی کی رہنمائی ہوتی ہے۔ تیسری چیز آپ نے فرمائی زیادہ خاموش رہا کرو۔ کیونکہ اس سے آدمی لایعنی اور فضول باتوں سے بچتا ہے۔ جن کا نتیجہ سوائے نامۂ اعمال کی سیاہی کے اور کچھ نہیں ہوتا ۔

ایک حدیث میں آتا ہے

من صمت سلم و من سلم دخل الجنة او کما قال

" جو خاموش رہا وہ سلامتی پا گیا

وہ جنت میں داخل ہو گیا ۔

یہ بات جہاں دین کے لیے مفید ہے وہاں اس کا دنیا سے بھی بہت گہرا ربط ہے۔ جیسا کہ عربی کی ایک مثل ہے قلما اسلم مکثار زیادہ باتیں کرنے والے کی عزت کم ہی محفوظ رہا کرتی ہے کیونکہ کبھی نہ کبھی اس کے منہ سے ایسا کلمہ نکل جاتا ہے جس سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے اور پھر وہ انتقام سے اپنی تکلیف کے ازالہ کی کوشش کرتا ہے۔ اور جو بات ہی نہ کرے گا اس سے کسی کو کچھ گزند نہ پہنچے گی اسی بات کے پیش نظر رسول مدنی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

المسلم من سلم المسلمون

من لسانه و یده

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اس حدیث میں ایک لطیف نکتہ ہے کہ آپ نے زبان کو ہاتھ پر مقدم رکھا۔ اس لیے کہ زبان چلنے میں تیز ہوتی ہے اور اسے حرکت دینے میں کوئی تکلیف نہیں اٹھانا پڑتی تیز اس کا زخم زیادہ گہرا ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ؎

جراحات السنان لها التیام
ولا یلتام ماجرح اللسان

"نیزوں اور تیروں کے زخم تومٹ جاتے ہیں لیکن زبان کے چر کے کبھی نہیں مٹتے"

اور اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا۔ کہ تم مجھے دو باتوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں اور وہ دو باتوں میں زبان و شرمگاہ

قرآن حکیم میں بھی اس کی طرف سے تنبیہ کی گئی ہے

ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید

"کوئی بات منہ سے نہیں نکلتی مگر نوٹ کر لی جاتی ہے

آپ کے اس وصیت میں دینی اور دنیاوی دونوں امور میں سلامتی کا راستہ بتلایا کہ خاموش رہا کرو اس سے شیطان دور ہوتا ہے اور آدمی فضول باتوں میں پڑ کر دین سے بیگانہ نہیں ہوتا۔ چوتھی بات آپ نے فرمائی کہ کم ہنسا کرو۔ کیونکہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور چہرے کا نور ختم ہو جاتا ہے

پانچویں بات آپ نے فرمائی جس کا معاشرہ سے اور دنیا سے تعلق ہے کہ اگرچہ تلخ ہی کیوں نہ ہو، اس سے معاشرے میں برائیوں کا خاتمہ ہوتا ہے اور فاجروں اور فاسقوں کے دل لرزتے رہتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جذبہ زندہ رہتا ہے یہ ایسی اہم چیز ہے جس پر اسلامی سماج قانون اور معاشرہ کی بنیاد ہے کہ حق کہو چاہے کسی کو برا لگے اگر حاکم وقت خلاف شرع اور خلاف اسلام حرکت کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے بتلاؤ کہ اس میں خدا کی ناراضگی ہے۔ اگر کوئی فرد بھی ایسی حرکت کرتا ہے تو اس کے منہ پر اس کی تردید کرو۔ اگرچہ پانچویں وصیت اس سے ملا دیں تو پوری بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اس بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت حق کہنے میں حائل نہیں ہونی چاہیئے بلکہ ہر چیز سے بے نیاز ہو کر اس فریضہ کی ادائیگی کرنی چاہیئے فاصدع بما تؤمر اس بات کو کھول دے جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔

رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

افضل الجهاد کلمة حق عند سلطان جائر۔

"بہترین جہاد تو تلوار کی چھاؤں میں کلمہ حق کا نام ہے اور جب تک یہ آواز بلند رہتی ہے بے شمار گناہوں اور معصیتوں کے باوجود اصلاح کی امید باقی رہتی ہے اور جب یہ آواز بھی خاموش ہو جاتی ہے تو پھر عذاب الٰہی میں تاخیر نہیں ہوا کرتی اور پھر یہی کہا جاتا ہے کُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِين

قرآن حکیم میں مومنوں کے اوصاف میں سے ایک یہ بھی وصف بیان کیا گیا ہے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ۔ ترجمہ: وہ حق کی وصیت کرتے رہتے ہیں۔

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا:

من رای منکم منکرا فلیغیره بیده ومن لم یستطع فبلسانه ومن لم یستطع فبقلبه

فی قلبہ وھذا اضعف الایمان
او کما قال

"اگر تم برائی دیکھو تو اسے ہاتھ سے روکو، وگرنہ زبان سے اس کے خلاف اعلان جنگ کرو، اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو پھر دل سے برا سمجھو اور فرمایا یہ کمزور ترین ایمان ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ اس حق کی خاطر بڑے بڑے ائمہ اور محدثین نے بے شمار مصائب جھیلا، جیلوں میں ٹھونسے گئے کوڑوں سے ان کو پیٹا گیا۔ حتیٰ کہ بعض نے اپنی جانوں کو بھی تلواروں کی دھاروں پر پیش کر دیا۔ لیکن کلمہ حق کے اظہار سے باز نہ آئے یہ ایک مستقل داستان ہے بہرحال مقصد یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکیمانہ انداز میں۔ ابوذر غفاری کو یہ وصیت بھی فرمائی کہ حق کہنا اگرچہ وہ لوگوں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

چھٹی وصیت فرمائی اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی بھی ملامت سے نہ ڈرنا ساتویں اور آخری وصیت آپ نے یہ فرمائی کہ تم لوگوں کو اس بات پر ملامت مت کرو جو بات خود تمہارے اندر ہو یہ وصیت بھی آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا سے بھی متعلق ہے کہ آدمی کو کسی پر عیب جوئی کرنے سے پہلے خود اپنے عیوب پر نظر ڈالنی چاہیئے اگر خود اس میں عیب موجود ہوں تو ان کی اصلاح کی کوشش کرے اور پھر دوسرے کو نصیحت کرے قرآن پاک میں بھی رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

یاایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون
کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون

"مومنو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے خدا کے نزدیک بہت بڑی ناراضگی ہے اس بات پر کہ تم وہ جو خود نہیں کرتے۔"

بنی اسرائیل پر عذاب کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے بڑے لوگوں کو بری باتوں سے روکتے اور خود ان کے اپنے اندر رہی جو برائیاں ہوتیں ان پر کوئی توجہ نہ دیتے۔

اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لوگوں کو ایسی باتوں سے نہ روکو جن پر خود عمل پیرا ہو"

اس کا معنی یہ نہیں کہ خود اگر برائی کرتے ہو تو دوسرے بھی برائی کرتے رہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے عیوب پر نظر رکھو۔ جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔

من ابصر عیوب نفسہ عمی عن عیوب غیرہ

جس نے اپنے عیوب پر نگاہ رکھی وہ دوسرے کے عیوب سے اندھا ہو گیا۔

رسول اکرم علیہ والسلام کی وصیتیں اس لحاظ سے پوری دنیا میں بے نظیر و بے مثال ہیں۔ کہ ان میں عالمگیری کی تمام اعلیٰ و ارفع صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں اور ان میں پوری انسانیت کی صلاح و فلاح کا سامان موجود ہے اور عام حکماء و فلاسفہ سے ہٹ کر ان میں امتیاز بھی ہے کہ یہ خدا کے اس برگزیدہ و بزرگ بندے کی زبان اقدس سے ادا ہوئی ہیں جن کے متعلق رب العالمین کا ارشاد ہے

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق نہیں بولتے بلکہ

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ شود